

لیبیا میں شریعتِ اسلامیہ کی مشہت و رہ کانفرنس

از جانب علیبیب بیجان صاحب ندوی، پچھار اسلامک فاؤنڈیشن بیجنیا، لیبیا۔

۲۲ ربیع الاول ۱۴۹۲ھ (۱۷ مئی ۱۹۷۳ء) لیبیا کے مشہور شہر البیضاہ میں لیبیا یونیورسٹی کے لغت عربیہ و دراساتِ اسلامیہ کالج کی طرف سے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوتی جس میں عالم عربی کے شریعت، اسلامیات، ملکی قانون، انسورنس کپیسیوں اور بنیکوں کے نمائندوں وغیرہ نے شرکت کی۔ وقت کی کمی کی بنا پر اس کانفرنس کو عرب علماء تک محدود رکھا گیا۔

کانفرنس کے اس عظیم الشان اقدام پر دل کی گہرائیوں سے ہمدرد مومن لیبیا کی حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہے، لیکن کہہ یہ دراصل اُس ناریخی قرارداد کی ایک کڑی تھی جس کی رو سے گذشتہ سال یاپ کی حکومت نے اسلامی شریعت کے مکمل قانون کو ملکے میں نافذ کرنے کا منصوبہ پیش کیا تھا اور اس سلسلے میں تین ٹیلی کیٹیاں بنائی تھیں جو لیبیا کے موجودہ قوانین میں سے غیر اسلامی چیزوں جمع کریں اور پچھرا اسلامی شریعت کے مطابق انہیں ڈھالیں۔ یہ کمیٹیاں پسروں کو رٹ کے فاضل چیز جیسیں اُستاد علی علی منصور کی زیر نگرانی تیزی سے اپنا کام کر رہی ہیں۔ یہ کانفرنس دراصل اسی لیے بلائی گئی تھی کہ قوانین اسلامیہ مرتب کرنے والی کمیٹیوں کو اس کی بحثوں اور قراردادوں سے اپنے کام میں مدد ملے۔ اتنا لگا کہ یہ کام اسی انداز پر ہوتا رہا تو مستقبل قریب میں وہ دن ڈورنیں جب شریعتِ اسلامیہ کا قانون اپنے شمول و عموم کے ساتھ صرف عبادات اور پرنسپل لاہی میں نہیں بلکہ تجارتی معاملات سے لیکر حدود و قصاص اور بین الاقوامی امور تک میں نافذ ہو گا، اور خدا کی سر زمین پر خدا کا مکمل و ایدی قانون جو لوگ بھی نافذ کریں گے فرستہ کا ان رحمت ان پر نور اور رحمت کا سایہ کریں گے۔

حکومت نے ان دو سالوں میں اسلامی نظامِ زندگی کو نافذ کرنے کے سلسلے میں کیا کیا احکام صادر کیے اور کس طرح ان کی تطبیق کی کوششیں کیں، ہنالئے طور پر شرکت کی ممانعت، زکرۃ کا اجراء، جہاون فنڈ کا منتظر جمیعۃ الدعوۃ الاسلامیہ کا قیام وغیرہ، یہ سب تفصیلی بحثیں ہیں۔ نیز سبقتہ بھر پر محیط اس کانفرنس میں کن کن

موضو عات پر بحثیں ہوتیں، ان سب کی تفصیل انشاء اللہ مسقیم قریب میں شائع ہونے والی ایک کتاب ہیں مبسوط طور پر نشر کی جاتے گی، جس کا عنوان ہو گا "لیبیا میں اسلامی شریعت کے نفاذ کی کوششوں کا مختصر جائزہ" یہاں میں انتہائی اختصار کے ساتھ اس کی رواد میش کرتا ہوں جس میں مکمل تصور ہنہیں کیجیے جاسکتی۔

افتتاحی اجلاس | ۶ مرتبی کی صبح کو انجھے حالیہ گورنمنٹ ہاؤس (سابق پارلینمنٹ) کے خواصورت ہال میں کافرنس کا افتتاح تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ ہال علماء، فضلاء، ائمہ، اور قانون دان حضرات سے کچھ بھرا ہوا تھا عظیم اشنان شخصیتوں میں اسلامی شریعت و قالوں کے امام وقت اور محبتد فضیلۃ الشیخ محمد ابو زید بہرہ، فضیلۃ الشیخ علی الحفیظ، انہر لیونیورسٹی کے چانسلر فضیلۃ الشیخ واکٹر عبد العزیز الطیف، شام کے فقیہی عالم استاد حصطفی الزقاد، اور ممتاز و سری سرتیاں بھی تھیں جن کے نام ان کی ایجاد شدہ آئیں گے۔ افتتاح کے بعد لیبیا کی انقلابی کمیٹی کے ہمرا درہمندہ کمیٹیں عمر عبداللہ الحیشی نے مقرر تقریکی جس میں کافرنس کے قیام پر علماء کرام کو مبارک باد پیش کی اور اسلامی شریعت کے مکمل نفاذ کا وعدہ کیا۔ پھر سی یونیورسٹی کے چانسلر دکٹر عمر التومی اشیبانی نے حاضرین کا شکریہ ادا کیا اور حسن توفیق کی دعا کی۔ بعد ازاں مفتی لیبیا شیخ طاہر الزادی نے اپنی نیک تناول کا اعلان کیا۔ ان کے بعد پریم کوٹ کے خاطل حبیت جیش علی علی منصور نے تفصیلی طور پر شریعت اسلامیہ کے فائدوں اور اس کے نفاذ کی کوشش کی وضاحت کی اور علماء والی قانون سے اپیل کی کہ ان کی موقراریاء، اس مسئلہ میں بہت مفید اور کارامہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ پھر لغتہ اور شریعت کا لمحہ کے درین شیخ ابراہیم رفیدہ نے شریعت کے محسنین بیان فرماتے اوہ بہنوں کا شکریہ ادا کیا۔ آخر میں بہنوں کی طرف سے مفتی توہن شیخ محمد المہادی بحقاضی نے مختصر تقریکی جس میں حکومت لیبیا، یونیورسٹی، شریعتیہ کالج، اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا، اور اس مومنانہ اربعان کا اعلان کیا کہ جس روز شریعت اسلامیہ مکمل طریقہ پر نافذ ہو جائے گی دنیا نور سے معمور ہو جائے گی۔

۱۔ شریعت اسلامیہ پر جگہ اور ہر زمانہ میں تطبیق کی صلاحیت رکھتی ہے | اس موضوع پر ۶ مرتبی کی شہادت کو دوسرا اجلاس منعقد ہوا۔ یہ موضوع کیا ہے ایک مسلم اثبات عقیدہ ہے جس میں کسی مسلمان کو شہد کی عنیماش نہیں، بلکن سماجی تعلیم و تربیت اور سیاسی مشرنوں کی جدوجہد، تیر مسلمانوں کی عام شریعت سے نام اور اقتیابت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ سدرج سے زیادہ واضح اسلامی حقائق پر کبھی تفصیل ایجاد

پیش کرنی پڑتی ہیں تاکہ سامراجی پروپگنڈا کا مکمل و مدل جواب دیا جاسکے۔ ان ابجات کی تفصیل اس اختصار میں پیش کرنی مشکل ہے اس لیے صرف ان حضرات کے نام لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں جنہوں نے ان میں حصہ لیا۔ شیخ ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن بھیاری سکرٹری جنرل مجمع البحوث الاسلامیہ، انہر۔ استاذ مصطفیٰ احمد الزرقاع، پروفیسر اردون یونیورسٹی، استاذ شیخ احمد حمافی پروفیسر الجزاائر یونیورسٹی و صدر مجلس اعلیٰ اسلامی، ڈاکٹر محمد عبدالجواد پروفیسر لاکائج لیبیا یونیورسٹی، ڈاکٹر محسن اشیکلی پروفیسر لاکائج لیبیا یونیورسٹی، ڈاکٹر مصطفیٰ حسین پروفیسر لغت و دراسات اسلامیہ کائج، استاذ یوسف الفرضادی مدیر یونیورسٹی دینی قطر، استاذ محمد عجلان استاذ شریعت کائج ریاض، ڈاکٹر عبدالرزاق حسن فرج لکھپر لاکائج لیبیا یونیورسٹی۔

۲۔ اسلام میں عام انسانی حقوق اور آزادی انیسا اجلاس، مرئی کی صبح منعقد ہوا۔ کافرنیس کا طریقہ یہ تھا کہ اہل علم اپنی بحث کا خلاصہ ۰۔۱۔۳ منٹ میں ٹرچ کر سنا تھے۔ پھر ان کی طویل بحثیں سائیکلو اسٹائل پر چھپی ہوتی سارے حاضرین مجلس کو دی جاتی تھیں۔ ان کو ٹرچ کر دوسرے اجلاس میں ان تفصیلی بحث مباراثہ ہوتا تھا جو مجاہدانا و مناظرانہ آزادی کے بجا تے مزید تفیع و تحقیق کا باعث ہوتا تھا۔ آج کے اجلاس میں کل کی ابجات پر مختصر سماحتہ ہوا جس کی تفصیلی کتاب میں درج کی جاتے گی۔ اس کے بعد کافرنیس کا دوسرا موضوع "اسلام میں عام انسانی حقوق اور آزادی" شروع ہوا۔ یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ انسان کو جان دال اور آبرو سے متعلق جتنے حقوق اسلام نے عطا کیے ہیں نہ صرف یہ کہ قوم عصرِ ہجری اور زمانہ جاہلیت کی روشنی نے عطا نہیں کیے بلکہ اہل کتاب کی قانونی تشریعات اور رونق قانونی ترقی نے بھی اور حتیٰ کہ آج تک امریکی منتشر آزادی، فرانسیسی منتشر حریت اور اقوام متعدد کے منتشر حقوق انسانی تے بھی نہیں بخشتے۔ اور جو کوئی بھی وہ پہلی بات تو یہ کہ اسلام کے سینکڑوں سال کے بعد، اور دوسری تلخ بات یہ کہ وہ صرف کاغذ پر خوشنما پھول کی طرح سے ہوتے ہیں۔ مظلوم قوموں اور محروم افراد نے ان سے کوئی انصاف نہیں پایا، بلکہ ان کے بیٹے وہ خارج کر خلش کا باعث ہیں۔ اور تمیزی بات یہ کہ آزادی کے نام پر احادیث بے جیاتی، آوارگی، قومی، اسلامی، جنسی اور لوگی تھسب پھیلایا گیا۔

بہر حال اس موضوع پر علمی فلسفی اندیشیں بہت اچھی بحثیں ٹرھی گئیں اور یہ تباہی کیا کہ اسلام کا بے طراز نامہ یہ ہے کہ اس نے پہلے دن سے آزادی کے حدود و متعین کیے ہیں تاکہ ایک شخص کی آزادی سے کسی دوسرے شخص یا قوم کا لقصداں نہ ہوگا۔ اسی طرح خدا اور اس کے احکام سے بغاوت کی آزادی نہیں

اس کے بعد نفس کی شرارتوں، حکما مکے ظلم و تسم، اور شیطان کے فریبیں سے آزادی کی مکمل دعوتِ اسلام کے حیات سخن پیغام میں سموئی ہوئی ہے۔ اور اسلام نے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی وہ آزادانہ حقوق اور حریتیات عطا کی ہیں جن کی نظریتاریخ قدیم و جدید میں نہیں ملتی۔ اس اہم موضوع پر حسب ذیل حضرات نے ابحاث پیش کیں: ڈاکٹر شیخ بدودی عبد اللطیف چانسلر از ہر بینیورسٹی، ڈاکٹر قطب محمد القطب اسٹنٹ پروفیسر لغت شریعت کالج، ڈاکٹر محسن اشٹکلی، ڈاکٹر صبحی صالح پروفیسر اردن بینیورسٹی۔

۳۔ شریعت اسلامیہ کے نبیادی قواعد و اصول | یہ کافرنس کاتبیرا موضوع تھا جو تیسرے اجلاس میں پیش ہوا۔ اس میں کتاب و سنت و اجماع اور بحث قیاس و اجتہاد وغیرہ سے متعلق بحث کی گئی اور یہ ثابت کیا گیا کہ فقہ اسلامی کی غلطیم میراث اپنے اندر ایسی قانونی صلاحیت رکھتی ہے کہ ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل اس کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔ اور قیاس و اجتہاد کی نبیادی شرط یہ ہے کہ وہ اصول شریعت کے خلاف نہ ہوں اور کسی نبیادی اصول سے نہ مکارتے ہوں اور اسلامی روح یعنی کتاب و سنت سے معارض نہ ہوں کہ یہی حق جانچنے کا معیار و میزان ہے۔ اور کسی ایسی چیز میں قیاس و اجتہاد کی اجازت ہی نہیں جس میں نص یعنی کتاب و سنت کی دلیل یا اجماع موجود ہو۔ اس موضوع پر بحث کرنے والوں کے نام یہ ہیں: ڈاکٹر عبد الجلیل قرنشادی پروفیسر لاکالج لیبیا بینیورسٹی، ڈاکٹر عباس حمادہ اسٹنٹ پروفیسر لغت و دراستہ اسلامیہ کالج، ڈاکٹر حسین حامد حسان اسٹنٹ پروفیسر لاکالج قاہرہ بینیورسٹی۔

۴۔ شریعت اسلامیہ میں مصلحت و عرف کا مقام | شام کے چوتھے اجلاس میں اس موضوع پر بحث کی گئی جو گذشتہ موضوع سے منفصل تھا، لیکن خصوصی اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ رکھا گیا تھا۔ اور واقعی یہ موضوع انتہائی اہم ہے، کیونکہ اسلام کو قیامت تک زندگی کا ساتھ دینا تھا اور تمام اقوام عالم اس کے زیر اثر ہونے والی تھیں، اس میں مصلحت و عرف کو بڑی اہمیت دی گئی، اور اس طرح تمام وہ راجح اوقت چیزیں جن میں کتاب و سنت یا اجماع نہیں ہے، یعنی وہ شرعی طور پر معنوں نہیں ہیں، یا ان کے کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، ان میں امت کی عام مصلحت، قائدہ اور عرف صحیح پر عمل کیا جائے گا ایک زندہ و پاندہ شریعت کے لیے یہ ضروری چیز ہے۔ لیکن اس مصلحت، عرف اور آگے چل کر اجتہاد کے نام پر اسلامیات کے نام نہاد بورپیں اور سمجھی اسکا رد متنشر فیں، اور ان کے مشرقی اسلام کے نام لیوا شاگروں نے یہ بات عام کرنے کی پوری کوشش شروع کر دی ہے کہ اسلام مصلحت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا

حکم دیتا ہے، اس لیے اب عرب کا بدویانیہ عرف ساری دنیا کے لیے کینونکر موزوں ہو سکتا ہے؟ اور وہی بات یہ کہ سینکڑوں برس بعد اب وہ کیسے قابل عمل رہ سکتا ہے؟ اس لیے اب عصر حاضر کے سارے ترقی یافتہ پیمانے ہی قابل قبول ہونے چاہیے۔ مثال کے طور پر اس زمانہ میں سود کار و اج خلط سمجھا جاتا تھا، اب جدید مدن کا عرف یہ ہے کہ سود بہت بڑی تجارتی فائدہ کی چیز ہے۔ اس لیے اب اس کو بدیل دنیا چاہیے۔ یافلاں آوارگی، حرام کاری، حرام خوری عام ہو چکی ہے، یافلاں شرعی قانون، یافلاں چیز اب زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس لیے اس میں ترمیم و تبدیل کر لینی چاہیے بہر حال اس قسم کی لاطائف یا قویں اور حقیقتاً اصولِ شریعت و عقل کی ابتداء سے بھی جماعت و مذاقہ پیش کرنے والی شریعت کی مخالف اور اسلام بیزار یکن بظاہر علمی و استدللائی انداز شریعت کی محبت اور اسلام دوستی کا دم بھرنے والی ابجات کے ذریعہ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے کہ غیر شرعی قوانین شرعی ہیں، اور غیر اسلامی اقدار خاص اسلامی چیزیں ہیں، اور انسانی اور امر خدا کے احکام ہیں۔

حالانکہ اس سلسلے میں سب سے پہلی، اصولی اور آخری بات یہ ہے فقه کا ہر طالب علم جانتا ہے، اور یہ حضرات بھی اچھی طرح جانتے ہیں، لیکن سادہ لوح علم دین اور اصول فقه سے ناواقف مسلمانوں میں غلط فہمی پھیلانے کے منظم منصوبے اور سازش کے ماتحت اس ابتدائی اور اصولی مسلم الشہرت اور پذیری اور دین میں معلوم بالضروبة قاعده سے نظر پوشی و انعام ادا کرنے ہیں۔ وہ اصول یہ ہے کہ مصلحت اور عرف پر اُسی صورت میں عمل کیا جاتے گا یا اجتہاد کی نوبت اُسی وقت آتے گی جب اس معاملہ میں کتابت سنت کا کوئی قطعی حکم موجود نہ ہو، پھر وہاں بھی اجتہاد اُن مسائل پر فیاس کے ساتھ ہو گا جن میں فض موجد ہو، اور وہ روح شریعت، اور شرعی اصولوں اور تقاضوں کے ماتحت ہو گا عرف و مصلحت کا حال بھی یہی ہے کہ عبادات و احکام میں ان کا کوئی اختیار نہیں۔ زندگی کے عام معاملات اور اجتماعی چیزوں میں جہاں مسلمانوں کو شارع نے آزاد چھوڑا ہے اور کسی قسم کا حکم یا ممانعت نہیں کی ہے وہاں وہ ایسے صارع عرف یا مصلحت پر عمل کر سکتا ہے جو اسلام کے کلی اصولوں شریعت کے تقاضوں اور دین کی روح کے منافق نہ ہوں، جیسے کھانے پینے کے حلال طریقے، لباس وغیرہ کی تنوع شکلیں جو ساتھ ہوں اور خصوصیت کے ساتھ غیر مسلم قوموں کا نہیں شعار نہ ہوں، اسلام کے نت نتے استعمال، نعمات و صناعت کے جدید وسائل، اور دنیاوی استعمال کی بے شمار چیزیں۔ لیکن یہ بات شرعاً ہی نہیں بلکہ غفلہ

بھی سمجھ دیں نہیں آنکتی کہ مصلحت، عرف یا اجتہاد کے نام پر کوئی مسلمان مسُود، زنا، سُورہ شراب، والدین کی نافرمانی، قتل نفس، چوری اور متفرق دوسری محترمات کو امر کیا یا یورپ کے عرفِ عام پر قیاس کر کے حلال کرنے کی کوشش کرے۔ یا باکمل اسی طرح عرفِ اسلامی میں اور نصیٰ قرآنی و نبوی میں منصوص طبیعت ہیے شادی، طلاق، میراث، اکمل حلال، نظامِ زکوٰۃ، توحید باری تعالیٰ، وغیرہ جیسی اسلام کی قابل فخر خوبیوں کو اپنی یورپ سے مروعہ مسحور عقل سے کیے ہوتے اجتہاد، اور غیر قوموں کے اعمال پر قیاس کر کے حرام ثابت کرنے کی راہیں تلاش کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص دن کی روشنی میں چراغ کی لوٹے اپنی راہ تلاش کرنے کی سعی لاحاصل میں گرفتار ہو۔

بہر حال اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گئی، تعریفیں بتائی گئیں، اقسام بیان کی گئیں اور یہ واضح کر دیا گیا کہ کتاب و سنت یا شریعت کی روح کے معارض کسی مصلحت یا عرف کو بھی اسلامی معاشرہ میں زندہ رہنے کا ختن نہیں ہے لیکن صحیح عرف اور مصلحت کا صحیح استعمال اسلامی طرز پر جب کیا گیا تو مسلمانوں نے اقوام عالم کی خوبیوں اور علوم کو اپنائے ہیں کوئی دریغ نہیں کیا۔ البتہ مصلحت یا عرف کے نام پر اقسام علم کی گذگیاں، آزادیاں، یا شققیں، شہوت رانیاں، غیر شرعی چیزیں اور حرام طرقیاں نہ نہ کر دیں اپنائے جائیں۔ اس موضوع پر حسب ذیل حضرات نے کتفنگو کی، ڈاکٹر نزکی شعبان پروفیسر لاکائیج لیبیا یونیورسٹی، شیخ عبدالجید الدیبیانی اسٹٹٹ پروفیسر لغتہ و دراستہ اسلامیہ کالج، منطقی تونس شیخ محمد الہادی بتعاضی، ڈاکٹر عبدالجود محمد اور ڈاکٹر حسین حامد حسان۔

ہ۔ لیبیا کے حالیہ قوانین میں اسلامی اقدار ۸ مئی کی صبح پانچواں اجلاس ہوا۔ سابقہ شدت کے موضوع پر تفصیلی مبارحتہ ہوا جس کو نظر انداز کرتے ہوتے آگے بڑھتا ہوں۔ اس مبارحتہ کی وجہ سے آج کے دو موضوعات میں سے صرف ایک ہی پر بحث کی جاسکی۔ ڈاکٹر عبد العزیز عامر لغتہ و دراستہ اسلامیہ کالج کے پروفیسر مصری پیریم کورٹ کے فاضل نجج اور ترمیم قوانین کی ایک کمیٹی کے ممبر نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی اور فرمایا کہ وہ قوانین جو شریعت کی مخالفت نہیں کرتے کافی ہیں لیکن بعض ایسے اہم تکات کی طرف اشارہ کیا گیا جو لیبیا اور اکثر اسلامی ملکوں کے قوانین میں موجود ہیں اور جو شریعت کی روح، خدا کے حکم اور اسلام کے سراسر مخالفت ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سارے قوانین فرانسیسی، انگریزی اور جرمن قوانین سے باخوذ ہیں اور سارے اجنبی دوڑیں مسلم ملکوں پر لار دیتے گئے تھے۔ مثال کے طور پر سود، کھلیل کو دیں جوا، لاثری،

سوجہ وہ اصولوں کے ساتھ انشور نہیں، زنا کا قانون ناگیر شادی شدہ کے لیے کوئی جرم نہ ہونا، باہمی رضامندی کے ساتھ بھی اس کا کوئی جرم نہ ہونا اور صرف زنا بالجبرا کا جرم ہونا۔ اس پر بھی شرعی متناہیں ہے بلکہ شادی شدہ ہونے کی حالت میں اگر میاں یا بیوی معاف کر دیں تو مقدمہ واپس ہو سکتا ہے۔ یہ سب مغربی اخلاقی اخلاقی سے متاثر تقویٰ نہیں کی عکاسی ہے۔ اسی طرح قتل عمد کی صورت میں قصاص نہیں ہے۔

بہر حال یہ بحث تفصیلی تھی یہاں ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں، شاید فائدہ سے خالی نہ ہو۔ وہ یہ کہ اسلام نے مغربی قوانین کے مخالفت کیسا عادلانہ فیصلہ کیا ہے کہ قتل کی صورت میں معافی کا حق حکومت کو نہیں دیا بلکہ ولی الدرم کو دیا، اس لیے کہ یا تو اس طرح دل کا غباراً اور غصہ عادلانہ قصاص کے ذریعہ حتم ہو جائے گا یا دیست کی شکل میں اور معافی کی صورت میں کہ اسلام نے اس پر ابھارا بھی ہے محبت و اخوت کی فضلا پھر قائم ہو جائے گی۔ لیکن اس کے برخلاف اخلاقی جرم جیسے زنا کی معافی کا حق ثبوت قطعی، اور شرود طک کے پورے ہو جانے کی صورت میں — اور یہ شروع اور شہادت کے اصول اتنے سخت ہیں کہ ان کا پورا ہونا بہت مشکل ہے — نہ حکومت کو دیا گیا اور نہ شوہر اور بیوی میں سے کسی کو کیونکہ یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں اور ان میں معافی تلافی کی صورت میں بد اخلاقی عام ہوگی، زوجت کے مندرس اور مخلصانہ رشته و فا کے آئینہ صافی پر بال پڑ جائے گا، آبرو باحتکی اور جیسا سوزی کا دور دورہ ہو جائیگا، سوسائٹی میں سکون و اطمینان کے بجائے قلق، پریشانی، ندامت اور فہمی خلجان پڑھ جائے گا اور سکوڑ شہادت کا یہ طریق عمل آگے چل کر نفترت و خفارت کے علاوہ انتقام و غیرت کی خاطر قتل و خون کا غیرقانونی دروازہ بھی کھول دیکھا۔ بہر حال اخلاق، آبرو، عصمت اور حیا کا درجہ مغربی تہذیب اور قانون میں نہ صرف یہ کہ جانی حقوق سے کم ہے بلکہ طرفہ تماشہ توریہ ہے کہ ماں سے بھی کم ہے کیونکہ بعض ملکوں میں لیکن اپنے مال و تجارتی حقوق — جو اس نے بڑی جدوجہد کے بعد کچھ حاصل کیے ہیں — ان کا استعمال آزادی کے ساتھ ۲۰ سال کے بعد کر سکتی ہے۔ لیکن جنسی حقوق کا ناجائز استعمال پُری آزادی بے حیا اور بے شری کے ساتھ ۸ اسال بھی سے قانوناً شرعاً کر سکتی ہے، اور قانونی عمر سے بہت پہلے سوسائٹی میں عام جنسی آوارگی اور آبرو باحتکی کا اندازہ نویم مشرقی اور مسلمان فرنگی ملکوں نہیں سکتے۔ اور یہی وہ اخلاقی "خوبیاں" اور تمندان کے "تحقیقے" ہیں جنہیں ترقی کے نام پر مسلمانوں کے مغربی اور مسیحی داناؤں کی سازشوں اور لئیاں کوششوں سے فریب خوردہ مشرقی مسلمان نادان و دوست اسلامی معاشرہ میں طرح طریقے نام

بدل کر پھیلانے کی کوشش کرو ہے ہیں۔

فرنگیوں کو عطا خاکِ سوریا نے کیا

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لیے

۱۔ اسلام میں بین الاقوامی تعلقات، اسلامی ۹ ربیعی کی صبح کا نقشہ کا چھٹا اجلاس شروع ہوا۔ پھیلی مجلس کے

مکون اور غیر اسلامی ملکوں کے ساتھ موضع پر مباحثے کے بعد آج کا موضوع شروع ہوا۔ اس موضع

میں یہ بات ابھر ہے کہ اسلام نے اس سلسلے میں بھی ایسے کلّ اصول عظیم کیے ہیں جن کی روشنی میں بین الاقوامی

تعلقات قائم کرنے کی مشکل بات نہیں۔ آج یورپ و امریکہ میں بھی اس موضوع پر امام ابوحنیفہ کے شاگرد

امام محمد بن الحسن الشیعی اور امامت کا درجہ عطا کیا جا رہا ہے، اور ان کے نام سے بین الاقوامی سوسائٹیاں

بن رہی ہیں۔

اس موضوع میں تفصیلی طور پر دارالاسلام، دارالحرب، دارالمعاہدہ اور دارالموادعہ وغیرہ کی

اسلامی اصطلاحوں پر بات ہوتی۔ اس بات کی ترویید کی گئی کہ اسلام تواریخ سے پھیلائے ہے بلکہ ثابت کیا کیا کہ

اسلام اپنے فطرت پر شریہ کے موافق قوانین اور منصقانہ اصولوں، انسانی کرامت کے اخراجم اور بے شمار

خوبیوں کی وجہ سے پھیلائے ہے۔ تواریخ کا استعمال شریعت کی حفاظت، جان و مال کی حفاظت اور اسلامی

زین اور آبرو کی حفاظت کے لیے کیا گیا، اور ہمیشہ تواریخ پر اور ہم کا استعمال ضروری ہے، یعنی جہاد

فرعن ہے۔ کیونکہ ایسی ایسی سرشناسی طاقتیں ہمیشہ دنیا میں موجود رہتی ہیں جو طاقت کی منطق کے سوا کسی

دوسری چیز سے ہوش میں نہیں آتیں، اور اسلامی ہملاں میں سامراجی طاقتون کا داخل ہوتا اور ترتیب دنیا ز

نک قابلِ رہنا اس کی بڑی دلیل ہے کہ جب قوت کمزور ہوتی ہے تو اسلام و شمن عنصر غلبہ باطل کے منصوبے

بناتے ہیں۔ اور یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ آج دنیا کی ساری حکومتیں جنگی تیاریوں اور اسلحہ پر

یہ دریغہ پسیہ خرچ کرتی ہیں اور وزارتِ جنگ کا نام ڈلفینس یا دفاع کی وزارت رکھتی ہیں اور ان کی اس

وزارت پر کوئی اغراض نہیں کرتا۔ بلکہ راقم ایک نیا استنتاج پیش کرتا ہے وہ یہ کہ آج ترقی یافتہ قویں

جری فوجی ٹریننگ نامہ بالغین کے لیے متقدراً کرتی ہیں اور اس سے انکار کرنے والوں کو سزا بھی دی جاتی

ہے۔ لیکن اگر اسلام جہاڑ کو فرض قرار دیتا ہے، اور یہ ایسا جامع لفظ ہے جو جنگ اور ڈلفینس دونوں

سے زیادہ اہم معنی اپنے اندر رکھتا ہے، اور تقویٰ ماحلاق و مجاہدہ کا منظہ بھی ہے، اور یورپ سے

تیرہ سو سال قبل ہر مسلمان پر اس نے فوجی ٹریننگ لازمی قرار دی ہے تاکہ وہ اپنے عقیدہ، آبرو اور حددود کی حفاظت اسلام و شمن طاقتلوں کے مقابلے میں کر سکیں تو اس پر اعراض کیا جاتا ہے۔ یہ تماشا، جہالت و تعصیب، تنگ نظری اور واضح طور پر اسلام سے حسد و غصہ و غرفت کا منظہر نہیں تو اور کیا ہے؟ وہی عمل چھے دنیا کی ساری قومیں بھیشہ کرنی ہیں، اسلام بھی اگر اسے زیادہ منظم اخلاقی اور محتاط طریقے پر کرے تو اسلام و شمنوں کے باشمور خمیر فوراً چونک پڑتے ہیں، اور یہی باشمور اور بیدار خمیر ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی فتویٰ باللہ خدا کی طرف سے ایسے سخت احکام صادر کرتے ہیں جن کی رو سے خنگ میں شرک پہنچنے والے اور نہ ہونے والے، غیر مسلح شہری بلکہ پر امن اور فشمنی ظاہر رہ کرنے والی دوسری قومیں نہ کی سبک سبک سب تکوار سے قتل کی جاتی ہیں اور سچوں بڑھوں اور عورتوں سمیت شہر تک جلا دیتے جاتے ہیں اگر ان میں عبادتِ باطلہ جاری ہو جائے راشتناہ ۱۲: ۱۸-۱۲ و ۲۰: ۱۰-۱۸)۔ اور اس سے بھی زیادہ سختی، شدت بلکہ خلک کا رویہ اکثر بیوی اور سیجی تاریخ کے ہر دو مریم ملتا ہے صرف شال کے طور پر پستہ نہیں کے زندہ خمیر گروہ کو خلیفہ موسیٰ الشیوخ کی طرف غسوب کر دار جو یہ بھو (اریحا)، شہر کی فتح کے وقت پیش کیا گیا تھا، مدنما چاہتا ہوں؛ اور انہوں نے ان سب کو جو شہر میں تھے کیا مرد کیا عورت کیا جوان کیا تباہ ہے، کیا بیل کیا گرد سے کیا بیشہ سب کو تکوا کی وہار سے پاکل نیت کر دیا۔ پھر انہوں نے اس شہر کو اور جو کچھ اس میں تھا سب کو آگ سے پھونک دیا اور فقط چاندی اور سونے کو اور میٹل اور لوہے کے برتنوں کو خداوند کے گھرانے کے خزانہ میں داخل کیا۔ (الشیوخ ۲۱: ۲۳-۲۴)۔ نیز ان کا ناموں کی روشنگئے کھڑے کر دینے والی تفصیل مزید: ۸: ۲۸ اور ۱۱: ۱۰ میں کمیجی جاسکتی ہے۔ تاریخی تفصیل کا یہ موقع نہیں درستہ یہ دروناک و استان آنی طویل ہے کہ پوری ایک کتاب اس کے لیے ناقابلی ہے۔ بہر حال یہ زندہ خمیر لوگ شارلمان کی اُسی نسل سے ہیں جن نے سیکسونی، بیسمی اور متعدد یورپیں و تی قوموں کو تلوہ کے زور سے مسیحیت میں داخل کیا تھا۔ یہی وہ باشمور خمیر ہیں جنہوں نے دو سو سو سو تک تک تکوار و لفگاں کے ذریعہ بلا کسی قانونی حق کے بر صیغہ سنبھل پر حکومت کی تھی، مشرق و سطی میں پھانسیوں کے تختے لٹکاتے تھے، اور سہر و شیما کو جہنم نا رینا یا تھا، اور تاریخ کی سب سے زیادہ تباہ کن دو جنگیں لڑی تھیں اور جن کے کار خانوں میں آج بھی دنیا کے سب سے جنگ میتھیا رہے شماریں رہے ہیں، اور ان سب کو شششوں کا نام قیامِ امن ہی کی کوششیں رکھا جا رہا ہے لیکن پلاکت ویر بادی، خونخواری و ستم کشی اور خلک و ستم صرف اسلام کا فرضیہ جہاد ہی ہے؛ بہر حال حق پسند

اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلامی جہاد تاریخ کا سب سے پہلا منتظم جنگی اور اخلاقی قانون ہے اور آج بیسویں صدی میں ماڈرن قومیں ایک طرف فوجی تربیت ہر شخص پر لازمی قرار دے رہی ہیں اور دوسری طرف جنگ کو کسی قدر اخلاقی بنانے کے لیے جنیوں اول و خیرہ بنا رہی ہیں جو آج تک اس کے عشر عشیر کو نہیں پہنچ سکے جو اسلام نے تیرہ سو سال قبل اپنائے تھے۔

موضوع اہم تھا اور دماغ کے مبدأ دروازے کھل گئے اس لیے کچھ تفصیل میں چلا گیا تھا۔ اب پھر کافر کی طرف رُخ کرتا ہوں — یہ بات تباہی کی کہ وہ اصل امتِ اسلامیہ ایک امت ہے، لیکن حالات کے پیش نظر متعدد اسلامی ملکوں سے تعلقات وروابط اسلامی بنیاد پر مخلصانہ، دوستانہ اور برادرانہ ہونے چاہیے جا سکتا ہے اور اسلامی ملکوں سے تعلقات وروابط اسلامی بنیاد پر مخلصانہ، دوستانہ اور برادرانہ ہونے چاہیے دوسری دشمن حکومتیں ہیں جو اسلام کی مخالفت ہیں اور عملی طور پر مسلمانوں کے خلاف اقدام کرتی ہیں۔ تیسرا وہ غیر مسلم حکومتیں ہیں جن سے ہمارے معاہدے ہیں، وہ ہمارا احترام کرتی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ظلم و تهم اور تعصب سے پیش نہیں آتیں، اور وہ تنی کہ احترام کرتی ہیں۔ ہم بھی ان سے عہد و پیمان کا احترام کرتے ہیں اور ان سے بلا وجہ دشمنی نہیں کرتے کہ اسلام انسانی احترام کا قابل ہے اور عہدگشی کی مذمت کرتا ہے تفصیلی طور پر اسلامی حکومتوں کے زمانہ میں غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات، معاہدات اور بدایا وغیرہ کی بھی مصطفیٰ حسین، ڈاکٹر محسن لشکری اور ڈاکٹر محمد عبدالحیم بچارۃ القبور و شریعتیہ کالج و ممبر اسلامی فاؤنڈیشن کیلئے برائے تعلیم قوانین حالیہ۔ آپ کی تعلیم زیادہ دینی نہیں ہے بلکہ سر لوین یونیورسٹی فرانس سے میں الاقوامی قوانین پر تین پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کی ہیں لیکن قلب و نظر اسلام کی حقیقت سے باخبر ہیں اس لیے دل کے باڑشاہ ہیں اور دیوار غیر میں رہتے، اور بڑھتے کے باوجود اپنے سرمایہ جیافت پر نازل اور فقہ اسلامی کی قدر تو غلطت پر فراغتی ہیں۔

۱۔ اسلامی شریعت میں حدود اور نئے قوانین میں انکی تطبیق | میں الاقوامی تعلقات کے بعد آج کا اصل موضوع شروع ہوا۔ حقیقت حال نام اپنے نکد و نظر کے سامنے واضح ہے کہ آج کے عصر حاضر میں جہاں محسوبی سوسائٹیوں کا معیار اخلاقی اختلاط و زوال کی آخری ڈگری پہنچ چکا ہے اور قتل و غائبگردی، چوری، ڈاکہ، سہنفری، حرام کاری اور حرام خوری وغیرہ چیزیں عیوب عام ہو چکے ہیں اور ان کے روکنے کی ساری

تدبیریں بے سود ہوتی جا رہی ہیں، بلکہ جرائم میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، تمام قانون بنانے والے ادارے جiran و پرشیان میں۔ جیلوں، عدالتوں، جھوٹ اور کیلوں کی بہرگبہ بیتہات ہے۔ پھر بھی انصاف و عدالت کے خواہیں مضطرب اور بے چین ہیں۔ اس پرشیان اور مضطرب محل میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس اخلاقی اخلاط کے خلاف کوئی موثر اقدام کیا جاتا، لیکن اس کے برخلاف مجرموں کے ساتھ نہ نتئے ناموں اور بہانوں سے رحم و کرم کا حذف بہابھر رہا ہے اور اس کے زیر یادیہ اسلامی حدود پر وحشیانہ، بدرویانہ، ظالمانہ اور عصر حاضر کے ذوق کے خلاف ہونے کا انعام لگایا جا رہا ہے۔ حالانکہ تین ماہیخ و تحریک کی مسلم الشیعۃ ثہارت ہے کہ سوائی کو سکون سے آشنا بنانے کے لیے جتنے بھی قوانین آج تک پروردہ سنتی پر بناتے گئے ان میں اسلام کا نظام تربیت و اخلاق اور اس کے بعد نظام حدود دس سے زیادہ موثر اور کارکرہ ہو رہا ہے۔ کیونکہ اسلام پہلے تو اپنی تعلیمات کے زیر یادِ خدا پرستی، هم رفت نفس، آخرت، ہمدردی اور طہارت و عفت کے عالی جذبات پیدا کرتا ہے، لیکن اگر چند یہ را ہر و شیطان نفس کی انبیاء کرنا چاہتا ہے میں اور سوسائٹی میں فواحش پھیلانا چاہتا ہے میں تو اسلام ان کو سخت سزا سے کر سوسائٹی کو پاک و صاف بنانا چاہتا ہے۔ اور اسلامی حدود ایسی نہیں ہیں کہ اگر نافذ ہو جائیں تو عوام پرشیان ہو جائیں، بلکہ اس کے بر عکس سب سکون و چین کی نیزند سو جائیں۔ چوری، داکہ، قتل، بے آبروی اور حرام کاری کا ہر داع مرٹ جاتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جو لوگ ان اعمال کے گرد پیدا اور ولادا ہیں انہیں اس سے بہت نقصان ہو گا اور وہ اس کے قیام کے خلاف بیشتر اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ پھر حدود کو نافذ کرنے میں جس انتیاط، گواہی کے شروط اور سخت اصولوں کو سامنے رکھنا پڑتا ہے اور چھوٹ سے چھوٹ سے شک یا شبہ سے حدود ختم ہو جاتی ہیں، اس سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ اسلام نے ایک طرف انصاف و عدالت کو ملحوظ خاطر کھا رہا ہے اور دوسری طرف علاج، دوا اور پرہیز کے بعد حدود کو قائم کیا رہے۔ پہنچنے کو پیش پھر کر روزی اور نبیادی فردیات مہیا کرنا اسلامی حکومت کا فرض ہے۔ پھر اس کے بعد حص و ہوں اور معیارِ زندگی کے پر کر اگر کوئی چوری کرے گا تو تینی اسے سزا دی جائے گی، اسلام نے شادی کے معاملہ میں آسانیاں جیسا کہیں، پھر ناجاہی کی صورت میں طلاق میں رکاوٹیں ڈالی گئیں، ایمان و اخلاق و تقویٰ کا درس دیا گیا۔ اس کے بعد بھی حرام کاری کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ لیکن گواہی کی ایسی سخت شرطیں رکھی گئی میں کہ تاریخ اسلام میں آج تک زنا کے سلسلہ میں کوئی سزا گواہی کے ذریعہ نہیں ہوتی ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس

فعلِ قبیح کی نہ مرت ظاہر کرنے کے لیے اور سوسائٹی میں فواحش پھیلنے کو روکنے کی خاطر قانون میں یہ لیم رکھی گئی ہے جس کا مشاہدہ یورپ و امریکیہ کے پارکوں، بلبیسوں، مسٹر کوں اور رفاه عامم کی جگہوں پر ہوتا رہتا ہے۔ چوری پھیپے سہمتے درتے گھر کی چار دیواری میں گناہ سمجھتے ہوتے بد فعلی کا صدور ہر اس حجہ جہاں انسان رہتے ہیں ممکن ہے۔ لیکن علامیہ، قانون کے ذریعہ، لوگوں کی نظر و کے سامنے ثواب سمجھو کر ہر قسم کی فطری وغیر فطری بدکرواریوں کو جراز کا فتویٰ تو غلط و نجاست کے عوچ کے زمانہ میں رونم اپاڑ کے میخانے تک نہ دے سکتے تھے جسے آج قانونی سند مغربی تہذیب کے دیوانوں نے دے رکھی ہے۔

اس سلسلہ میں دوسری اہم بات یہ ہے کہ مثال کے طور پر چوری کی سزا ما تحد کا ٹنکا ہے۔ چوری کی وجہ سے اکثر اوقات گھر انوں کا سکون مت چاتا ہے، برسوں کی پنجی لٹت جاتی ہے اور نورت چور کی طرف سے قتل ٹنک کی آجائی ہے اور سوسائٹی میں کسی طرح چوری ختم نہیں ہوتی۔ اس کے برخلاف جب اسلامی حدود نافذ تھیں شاوفہ نادر ہی چوری بختی اور آج بھی دنیا میں سب سے کم چوری کی شرح سعودی عرب میں ہے۔ حیرت نہیں تو اور کیا ہے کہ وحشتی، لشیری اور چوری کی عادی قوم — آج سے پچاس سال قبل کے احوال جانتے والے اس حقیقت سے باخبر ہیں — کس طرح ایماندار اور چوری سے باز رہنے والی قوم بن گئی کھوئی صاحب اس کی یہ توجیہ قماویل نہ کریں کہ مال و نر کے انتشار نہیں مل گئے۔ کیونکہ امریکہ نیشنیاً سعودی عرب سے زیادہ مالدار، تربیو و تعلیم یافتہ، اور عصر حاضر کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک ہے۔ وہاں چوری اور وگر سنگین جرائم کی شرح سب سے زیادہ ہے اور اس کے حساب کے لیے اب منتظر تک ناکافی ہو کر نوبت سکنڈوں تک آگئی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ابن سعود کی پوری تدبیت حکومت ۴۰ سال میں صرف ۱۷ چوری کی وارداتیں ہوئی تھیں، جبکہ ابن سعود کا شروع زمانہ فقر و مصائب اور مشاکل کا زمانہ تھا۔ یہ بجا تھے خود اس اغراض کا بھی جواب ہے کہ اگر اسلامی قانون نافذ کر دیا جائے تو سوسائٹی میں ہر طرف ٹنڈے ہی ہنڈے نظر آئیں گے۔ یہ اغراض بالکل قابلِ احتیار نہیں کیونکہ اس طرح تو پھر ہر اچھی چیز چھوڑنی پڑے گی۔ موڑوں کو ایک سیدیٹ کے خطرے اور سوسائٹی میں اپاٹج پیدا کرنے کے لذم میں چھوڑنا پڑے گا۔ ہوائی جہاز، فیکٹریاں، تعمیر و ترقی کے سارے پلان بند کرنے کے پڑیں گے کیونکہ عامم فائدہ کی ہر چیز میں کسی نہ کسی فرد کے لیے نقصان نکل ہی سکتا ہے۔

اس سلسلے کی آخری بات رہ گئی۔ میں بھاپ قدم و جدید فرموں کے قوانین پر ناقلاً گفتگو کرنا ہے۔

چاہتا بلکہ صرف عصر حاضر کے ترقی پسند، آزاد، ہذب ذمین اور زندہ ضمیر سے جو حدود کو قبول کرنے سے انکا کرتا ہے اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے آپ کو اس پر راضی کرنے کی کوشش کرے کہ قاتل کو قتل کیا جائے، چور کا ہاتھ کاٹا جاتے اور اسلامی قصاص و حدود کو وہ قبول کرے جس طرح عالمی ضمیر نے ویٹ نام میں انسانی ہلاکت کا سامان بھی پہنچایا، اور سرخ القلب میں۔ ہلاکھ انسانوں کو آزاری اور مسادات کے نام پر خاک و خون میں تڑپا پہلی اور دوسری جنگ عظیم کی اجازت دی، چور کی سزا قتل تک تجویز کی، سما راجی زمانہ میں پھانسی کے تختے لٹکاتے، بچہ انسانی چربی سے صابون بناتے گئے، انسانی کھال جوتوں میں استعمال کی گئی، آتشیں بھوں کو خاکستر بنا یا، پستول کی گولیاں چوروں اور داکوؤں کے ذریعہ ہر رہمن شہری کے سینہ کو داغدار کرنے کا امران رکھتی ہیں، اور آبرہ و بختگی اور جنسی اناکی کے مرضیں ہر وقت مابھر ان کا سکون دل کوٹنے کے لیے بیقرار نظر آتے ہیں۔ ایسے پاکباز، طاہر و تطیف اور بیدار مشرقی و مغربی عالمی ضمیر پر ذرا سی کوشش بھی اگر کی جاتے تو شاید مجرم کو سزا دینے پر وہ راضی ہوئی جاتے اور اسلام کی منظم حدود اسے اپنے غیر قانونی کردار اور خیال کے مستور کے مقابلہ میں زیادہ منصفانہ اور ملکی نظر آئیں۔

اس موضوع پر تفصیلی بحثیں استاذ فتحی بنسی مصر کے مشہور وکیل، اور داکٹر منصور محمد اشیخ اسٹاف پروفیسر لغتہ و تعریفہ کالج نے پیش کیں جن کی تفصیل کتاب ہی میں پیش کی جاسکے گی۔ حدود کے دائرہ میں حسب ذیل چیزیں آتی ہیں : ۱۔ ازدواج۔ ۲۔ جرایہ۔ ۳۔ زنا، ہم تقدف راستہ احمدی معنوں میں زنا کی جھوٹی تہمت، ۴۔ چوری، ۵۔ شراب۔ بعض علماء بغاوت اور فساد فی الارض کو ساتوں حد مانتے ہیں اور بعض علماء اسے تعزیرات میں شامل کرتے ہیں، اور یہی صحیح ہے۔

۸۔ اسلام کا نظام تعزیری و تطبیق کی صلاحیت ایک نفرن کا آٹھواں موضوع تھا جو ساتوں اور زویں سے متعلق بھی ہے لیکن فقه اسلامی کے الفاظ اور قانونی حد بندیوں کی وجہ سے ان کو الگ الگ موضوع بنایا گی تھا اور فقیہ و علمی تعریف اور عملی تطبیق کی رو سے وہ اس کے محتاج بھی نہیں۔ شرعی زبان میں تعزیر اس سزا کا نام ہے جس کی حد شارع نے مقرر کی ہو اور اولی الامر کو اس بات کا خیہ کر کہ وہ موقع اور حالات کے مطابق جو سزا مناسب ہو وہ تجویز کرے۔ تعزیر کے معنی تاویب کے بھی ہیں۔ وہ جرم جن میں کوئی عدیا قصاص شرعاً کی طرف سے مقرر نہیں ہے، جیسے رمضان میں افطار، نماز نہ پڑھنا، لیکیوں کو چھیننا، امکنگی کرنا اور پرفسن کے اجتماعی و اسلامی مفاسد۔ مددیشہ باقی رہنے والی شریعت کے لیے، اور نہ نہیں جرائم اور

مفسد کو روکنے کے لیے اسلامی قانون میں تعزیرات کی ڈری ضرورت تھی، اور یہ انتہائی حکیمانہ قانون ہے اس موضع پر ڈاکٹر محمد شیخ، اور ڈاکٹر عبدالعزیز عامر نے مقالے سنائے۔

۹ قصاص کی جراحت میں ہو گا کاغذ کا نفرس کا ساتواں اجلاس ۹ مری کی شام کو شروع ہتوا، اور ہبھے سے لیکر وہ بجھے تک بہت مفید تفصیلی بحث میا جائے ہتوا۔ اس کے بعد آج شام کا موضوع قصاص شروع ہتوا قصاص کے سلسلہ میں تفصیلی طور پر عالمی ضمیر سے متصل گفتگو ایک صفحہ قبل کرچکا ہوں۔ اس کو فہرانت کی ضرورت نہیں۔ اس موضوع میں قصاص فی النفس یعنی قتل اور جان کا بدله داخل ہے۔ یہ تباہیا گیا کہ اس سے ڈر ڈکر عدل اور کیا ہو سکتا ہے کہ قاتل کو قتل کیا جائے تاکہ معاشرہ زندہ رہے اور قتل کرنے والا اپنے انجام سے باخبر ہو کر قتل کا ارادہ ترک کر دے جن ملکوں میں قتل کی سزا ختم ہو جاتی ہے تجربہ و مشاہدہ ہے کہ وہاں غوراً شریخ قتل ڈر ڈھ جاتی ہے قتل عمد کی صورت میں قصاص ہی سب سے زیادہ عادلانہ سزا ہے لیکن معافی کا حق مل کوئے، اور دیت بھی ادا کی جائے گی، قتل غیر عمد کی صورت میں دیت ادا کرنی ہوگی جو مجرم کی عاقله یا دیوان ادا کرے گا جس کی تفصیل اخاف و دوسرا سے آئندہ کے آتوال تقدہ کی کتابوں میں تفصیل سے موجود ہے۔ اس موضوع میں قصاص دون نفس پر بھی گفتگو ہوئی، یعنی جان بوجھ کر کے تھوڑی آنکھ بنانک، کان کاٹ دینے یا تلف کر دینے کا بدله۔ اسلام قصاص کی شکل میں بدله ادا کرنے کا قاتل ہے تاکہ جرم پر طبیعتیں مجبور اور کمزور لوگوں کے اعضا کا ٹنسے کی عادی نہ بن جائیں۔ معافی یا دیت قبول کرنے کا حق اسی کو ہے جس کے ساتھ زیارتی ہوئی ہے، اور یہ بالکل صحیح اور فطری بات ہے کیونکہ مجرم کے جیل چلے جائے یا جماعت خزانہ شاہی میں داشل ہو جانے کی صورت میں مظلوم کی داد رسی کچھ بھی نہیں سبق پھر دیت کی فقہی تفصیلات اور عقلی خواہ بھی بیان کیے گئے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ جو اعضا ذمہ دار میں دوستی میں ان میں نصف دیت ہوگی، عملی سے کسی عضو کے نفع بر جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہو گا بلکہ دیت ہوگی اور معاف کرنے کا حق مظلوم یا اس کے ولی کو ہو گا۔ دیت کی مقدار اور فقہی مباحثت تفصیل طلب ہیں اور اس اختصار میں ان کو بیان کرنا مشکل ہے۔ وقت کی کمی وجہ سے آج اس موضوع پر صرف ازہر یونیورسٹی کے دائیں چانسلر شیخ ڈاکٹر محمد حسن فائد کی تقریب ہو سکی۔

۱۰ مری کی سبع کو آنکھوں اجلاس میں کل کے موضوع قصاص ہی پر استاذ فتحی بنیسی اور ڈاکٹر عمر مولود، عبد الحمید لکھاڑی و شرعی کامیاب تفصیلی مقالات پڑھے۔
(رباتی)